میاں بیوی کے تعلقات کا اثر ہزاروں سال تک چلتا ہے

(فرمودہ ۱۷- دسمبر ۱۹۳۷ء)

۱۷- دسمبر ۱۹۳۷ء بعد نماز عصر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے سید منظور علی شاہ صاحب خلف حضرت سید محمد علی شاہ صاحب قادیان کی لڑکی مسعودہ بیگم کا نکاح سید مقبول احمد صاحب ہوشیار پوری کے ساتھ آٹھ ہزار روپیہ مہر پر پڑھا۔

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :-

نکاح کے بارے میں ہماری شریعت نے اور ہمارے رسول کریم ﷺ نے جو ہدایات دی ہیں وہ ایسی کامل اور اس قدر مکمل ہیں کہ جو شخص ان پر عمل کرے وہ ہر قسم کی تکالیف سے بچ سکتا ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ جن آیات کا انتخاب اس موقع کے لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے وہ اپنے اندر اتنی ہدایات رکھتی ہیں کہ ان میں سے اگر ایک ہدایت کو ہی لے لیں تو اس میں دنیا کی زندگی میں وہی خضر راہ بن سکتی ہے۔ مثلاً ان آیات میں سے ایک آیت نہیں بلکہ ایک آیت کا حصہ یہ ہے کہ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ [1] اس آیت میں نہایت لطیف اور نہایت جامع ہدایت فرمائی گئی ہے۔

دنیا میں بعض کام ایسے ہوتے ہیں جو آج ہی ختم ہو جاتے ہیں مگر ان میں بھی انسان ممکن احتیاط سے کام لیتا ہے مثلاً پھلوں میں سے بعض پھل جلدی خراب ہو جاتے ہیں اور چند گھنٹوں سے زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتے۔ بے دانہ یعنی گول توت ہیں یہ ایسی چیز ہے جو چند ہی گھنٹے رہ سکتی ہے۔ اگر صبح کو درخت سے اتارا جائے تو شام تک اس کے ذائقہ میں فرق آجاتا ہے۔ مگر

کسی کو نہ دیکھو گے کہ بے دانہ خریدتے وقت احتیاط سے کام نہ لے یعنی وہ یہ نہ دیکھے کہ بے دانہ اچھا ہو، بہترین ہو، تازہ ہو تو باوجود اس کے کہ یہ ایسی چیز ہے جو گھنٹہ دو گھنٹہ تین گھنٹہ سے زیادہ دیر تک اپنی اصلی حالت میں نہیں رہ سکتی اس کے متعلق بھی انسان ممکن احتیاط کرتا ہے۔ پھران چیزوں کو لے لیں جن پر ایک یا دو دن گزر سکتے ہیں۔ مثلاً بعض ایسے پھل ہیں جو دو چار پانچ دن تک خراب نہیں ہوتے۔ کیلا ہے، انگور ہے یہ اس ملک میں جب پہنچتا ہے تو پانچ دس پندرہ دن تک خراب نہیں ہوتا۔ ان چیزوں کے خریدتے وقت بھی کوئی بے احتیاطی نہیں کرے گا بلکہ دیکھے گا کہ وہ کام کی ہیں یا خراب تو نہیں۔

پھران سے اوپر چل کر دیکھیں تو بعض چیزیں ایسی ہیں جو کچھ دیر تک رہ سکتی ہیں مگران کی بقاء بھی عارضی ہوتی ہے چھ ماہ یا سال کے لئے مثلاً مٹی کے برتن یا کپڑے ہیں لیکن اگر کوئی دو پیسے کی ہنڈیا بھی خریدتا ہے تو دیکھتا ہے کہ کس قدر پائدار ہے۔

پھروہ چیزیں جو سالہا سال تک چلتی ہیں ان میں تو احتیاط کی حد ہی ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی عمارت بنوائے تو انجینئر سے مشورہ لیتا ہے، سامان اچھا لگاتا ہے، اچھے مستری منتخب کرتا ہے اور کہتا ہے یہ کام روز روز نہیں کئے جاتے اس لئے چیز اچھی لگنی چاہئے۔ مگر ایک عمارت کتنا عرصہ چلتی ہے۔ تاج محل اور قطب صاحب کی لاٹ بڑی شاندار عمارتیں ہیں لیکن قطب صاحب کی لاٹ تو ابھی مرمت ہوئی ہے اور تاج محل کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ اگر جلد مرمت نہ کی گئی تو اس کے میناروں کے گرنے کا خطرہ ہے یہ ایسی عمارتیں ہیں جن پر کروڑوں روپے خرچ ہوئے اور بادشاہوں نے تیار کرائیں مگر سو ڈیڑھ سو دو سو سال کے عرصہ میں قابل مرمت ہو گئیں۔

جب ہر چیز کے متعلق ممکن احتیاط کی جاتی ہے تو اس کام کے متعلق کس قدر احتیاط کی ضرورت ہو سکتی ہے جس کا اثر نہایت ہی دیرپا ہو۔ ایسی چیزوں میں سے ہی انسانی نسل اور تعلقات ازدواج ہیں۔ ایسے ازواج بھی ہوتے ہیں جو ایک دو ہی پشت تک چلتے ہیں۔ اس سے میرا یہ مطلب نہیں کہ ان کی نسل بند ہو جاتی ہے بلکہ یہ ہے کہ ان کی نسل آباء واجداد کو بھول جاتی ہے پھر کئی خاندان سات آٹھ پشتوں تک چلتے ہیں۔ مگر یہ چیز ایسی ہے کہ اس کی بقاء بہت لمبی بھی ہو سکتی ہے۔ جہاں مضبوط سے مضبوط عمارتیں سینکڑوں سال پر جا کر ختم ہو جاتی ہیں یہ عمارت ایسی ہے جو کہ یاد رہنے والی ہے۔

تاریخ پانچ ہزار سال تک تو پہنچ چکی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل اس وقت تک موجود ہے مگر ہے کوئی عمارت اتنے عرصہ کی جو موجود ہو۔ حضرت ابراہیمؑ اور ان کی بیوی ہاجرہ نے ایک طرف اور ان کی دوسری بیوی سارہ نے دوسری طرف ایک عمارت تیار کی۔ دنیا میں تباہیاں آئیں، حکومتیں بدلیں، مذہب بھی بدلے مگر آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو وثوق سے کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے ہیں۔ یوں تو سارے انسان حضرت آدمؑ کی اولاد سے ہیں مگر یہ تو اصولی بات ہے اور وہی لوگ یہ مانتے ہیں جن کا یہ عقیدہ ہے کہ موجودہ نسل انسانی حضرت آدم علیہ السلام سے چلی مگر دوسرے لوگ اس بات کو اور رنگ میں پیش کرتے ہیں لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کا موجود ہونا ایسا تاریخی واقعہ ہے کہ کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

اسی طرح ہندوؤں میں بھی بعض ایسی نسلیں اور قومیں محفوظ چلی آتی ہیں۔ جو دو ہزار سال تک پہنچتی ہیں گو ابراہیمی نسل جتنی پرانی کوئی نسل تاریخ سے ثابت نہیں ہوتی۔

اب دیکھو یہ بقاء اس نسل کو کہاں سے ملی۔ لازمی بات ہے کہ جس انسان کے نام کی طرف یہ نسل منسوب ہوتی ہے اس کے ازدواجی تعلقات کے اعلیٰ ہونے کی وجہ سے اس کو اس قدر بقاء حاصل ہوئی ہے۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شادی حضرت ہاجرہ سے نہ ہوتی تو ان کی نسل اتنی لمبی نہ چلتی۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجیت میں حضرت سارہ نہ آتیں تو ان کی اولاد کو اس قدر بقاء حاصل نہ ہوتی۔ پس اس عمارت کی تعمیر میں حضرت ہاجرہ اور حضرت سارہ کا بھی دخل ہے ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اور بیویاں بھی تھیں ان کی نسل کا آج کوئی پتہ نہیں لگا سکتا تو اس معاملہ میں جس طرح خاوند کا تعلق ہوتا ہے اسی طرح بیوی کا بھی تعلق ہوتا ہے اور یہ ایسا رشتہ ہے جس کا اثر سینکڑوں اور ہزاروں سال تک چلتا ہے۔ مثلاً زمانہ کے لحاظ سے رسول کریم ﷺ کو چودہ سو سال کے قریب اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پانچ ہزار سال کے قریب ہوگئے اگر یہ دنیا اور دو لاکھ سال تک قائم رہے تو اس وقت تک آپ کی نسلیں چلیں گی بلکہ رسول کریم ﷺ کی بادشاہت نے چونکہ قیامت تک چلنا ہے اس لئے آئندہ دنیا خواہ دس ہزار ارب سال تک چلے رسول کریم ﷺ کی نسل سے سادات قائم رہیں گے۔ اسی طرح ابراہیمی نسل چلے گی۔

غرض رسول کریم ﷺ نے نکاح کے موقع کے لئے یہ آیت منتخب فرما کر بہت بڑے

معرفت کے نکتہ کی طرف توجہ دلائی۔ فرمایا یہ جو شادی ہونے لگی ہے یہ کھیل نہیں ہے۔ اس میں جیسے تم اخلاق دکھاؤ گے، جیسی تم نیکیاں کرو گے، جس قدر تم خدا کی خشیت دلوں میں پیدا کرو گے اسی قدر تمہاری اولاد اعلیٰ ہوگی اور تمہارا نیک نام دنیا میں قائم رہے گا۔ لیکن اگر بدیاں کرو گے، خدا کو بھول جاؤ گے، اس کے احکام کو نظرانداز کرو گے تو اس طرح بھی نسل قائم رہے گی مگر لوگ تمہارا نام برائی سے لیں گے۔

تو فرمایا میاں شادی کرنے لگے ہو تمہارے چھوٹے چھوٹے اعمال کا ایسا اثر پڑے گا جو سینکڑوں سال تک چلے گا۔ اگر اچھے اعمال کرو گے تو اچھی صورت میں اور اگر برے اعمال کرو گے تو بری صورت میں اثر پڑے گا۔ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ اللہ نے فیصلہ کیا ہے کہ جو اعمال انسان بھول جاتا ہے خدا ان کو یاد رکھتا اور ان کے نتائج پیدا کرتا ہے۔ جو نیک اعمال کرے گا اس کی نیک نسل چلے گی اور جو برے اعمال کرے گا اس کی بری۔ پھر جب کوئی بڑا نیک پیدا ہوتا ہے تو نسل اسی کی طرف منسوب ہونے لگ جاتی ہے اسی طرح جب کوئی بڑا بد پیدا ہوتا ہے تو لوگ اس خاندان کی نسل کو اس کی طرف منسوب کرنے لگ جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کوئی کفن چور تھا۔ سب لوگ اسے برے الفاظ میں یاد کرتے اس کا ایک لڑکا تھا اس نے کسی سے پوچھا یہ بدنامی کا داغ کس طرح دور ہو سکتا ہے۔ اس نے بتایا کہ جب پہلے سے کوئی بڑھ کر پیدا ہو جائے تو لوگ پہلے بدنام کو بھول جاتے ہیں بلکہ اسے اچھا سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ اس پر اس نے خود کفن چرانے شروع کر دیئے اور مزید برآں یہ کہ لاش کو قبر سے باہر ہی پھینک جاتا۔ اس پر شور پڑ گیا کہ خدا رحم کرے پہلا کفن چور لاش تو دفن کر جاتا تھا اب کوئی ایسا اٹھا ہے جو لاش باہر ہی پھینک جاتا ہے۔ اس طرح جب پہلے کفن چور کا تذکرہ لوگوں نے چھوڑ دیا تو اس نے بھی کفن چرانے چھوڑ دیئے۔

غرض یہ ایک چھوٹی سی آیت کا ایک ٹکڑا ہے جس میں اور بھی بہت سے مضامین ہیں۔ اس میں یہ کتنی بڑی ہدایت دی کہ میاں بیوی کے تعلقات کی بناء ایسے رنگ میں رکھنی چاہئے کہ اولاد اور نسل نیک ہو اس کے لئے لوگوں کے منہ سے دعائیں نکلیں اور خاندان کی نیک نامی قائم ہو۔

اس وقت سید منظور علی شاہ صاحب کی لڑکی کا نکاح ہے ان کے والد کئی سال ہوئے فوت ہو چکے ہیں وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے چند سال قبل بیعت میں داخل

ہو گئے تھے مگر اس کے اظہار کی اجازت نہ دی گئی تھی۔ پھر جب خلیفہ اول نے بیعت لی تو شاہ صاحب نے کہا کہ میں کب تک بیعت کو مخفی رکھوں گا۔ اس پر ان کو علی الاعلان بیعت کرنے کی اجازت دے دی گئی اور انہوں نے جب بیعت کی تو میرے پاس ہی بیٹھے تھے۔ پھر لڑکی کی دادی اخلاص میں اپنے خاوند سے بھی بڑھی ہوئی تھیں۔ وہ بہت زیادہ نیک اور احمدیت سے بہت اخلاص رکھنے والی تھیں پس اس لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک پرانے دوست کی پوتی کی شادی ہے زیادہ توجہ اور دلچسپی کا باعث ہے۔ پھر اس لحاظ سے کہ لڑکی کی دادی اعلیٰ درجہ کی نیک اور مخلص احمدی خاتون تھیں دوہرا تعلق اس سے ہے۔

سید منظور علی شاہ صاحب کے والد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ اوائل کے واقف تھے ان کے تعلقات ملک غلام محمد صاحب کے والد صاحب کے ساتھ بہت گہرے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت ملک صاحب بھی آئے ہوئے ہیں۔ شاہ صاحب ایام جوانی میں لاہور نوکر تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب لاہور جاتے تو ان کے پاس ٹھہرتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقدمہ ہارنے کا جو واقعہ لکھا ہے اس میں انہی کا ذکر ہے۔ آپ مقدمہ کا فیصلہ سننے کے لئے لاہور گئے ہوئے تھے اور روزانہ چیف کورٹ میں جاتے تھے۔ ایک دن خوش خوش واپس آئے تو شاہ صاحب نے کہا کیا مقدمہ جیت آئے؟ آپ نے فرمایا مقدمہ تو نہیں جیتا مگر اچھا ہوا حکم سنا دیا گیا کیونکہ وہاں جانے کی وجہ سے نمازیں پڑھنے میں تکلیف ہوتی تھی۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابھی دعویٰ نہ کیا تھا۔ شاہ صاحب نے غصہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا آپ کے باپ کا اتنا بڑا نقصان ہو گیا ہے اور آپ خوش ہو رہے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ نہایت ابتدائی زمانہ سے شاہ صاحب کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلقات تھے اور بہت محبت رکھتے تھے۔ آج ان کی پوتی کی شادی ہے۔

(الفضل ۲۴۔ دسمبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۴، ۵)

ل الحشر: ۱۹